مشکاۃ

رؤیتِ ہلال

فرد اور جماعت کے احکام کا فرق

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

«الفِطْرُ يَوْمَ يُفْطِرُ النَّاسُ، وَالأَضْحَى يَوْمَ يُضَحِّي النَّاسُ»

(الترمذی. رقم الحدیث 802. أبواب الصوم ، باب: ما جاء فی الفطر والأضحی متی یکون)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہا: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے:

”عیدِ فطر اُس دن جس دن لوگ عیدِ فطر کریں۔ عیدِ قربان اُس دن جس دن لوگ عیدِ قربان کریں“۔

کئی کتبِ حدیث کے اندر یہی حدیث ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے:

«الفِطْرُ يَوْمَ تُفْطِرُونَ، وَالأَضْحَى يَوْمَ تُضَحُّونَ»

معنیٰ ان سب احادیث کا ایک ہے۔

شیخ البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (دیکھئے: اِرواء الغلیل حدیث رقم 905 اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ رقم الحدیث 224)۔

سلسلۃ صحیحہ میں، سند کی بحث اور حدیث کو درست قرار دینے کے بعد، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے ماخوذ ہونے والی فقہ پر کچھ مفید کلام کیا اور اس میں زیادہ تر متقدمین اہل

علم کے کلام سے ہی استشہاد فرمایا ہے۔ موضوع کی ضرورت وافادیت کے پیشِ نظر، اِس بار کی مجلسِ حدیث میں شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام ہی ہم اردو میں نقل کریں گے:

فقه الحديث:

قال الترمذيُ عقب الحديث: "وفسر بعض أهل العلم هذا الحديث، فقال: إنما معنى هذا الصوم والفطر مع الجماعة وعظم الناس".

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے، حدیث کے آخر میں، فرمایا: بعض اہل علم نے اس حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے کہا: "اس کا معنیٰ یہ ہے کہ روزہ اور عید (وغیرہ) جماعت اور لوگوں کے انبوہ کے ساتھ کیا جائے گا"۔

وقال الصنعاني في " سبل السلام " (2 / 72) : "فيه دليل على أنه يعتبر في ثبوت العيد الموافقة للناس، وأن المتفرد بمعرفة يوم العيد بالرؤية يجب عليه موافقة غيره، ويلزمه حكمهم في الصلاة والإفطار والأضحية".

صنعانی رحمۃ اللہ علیہ نے سبل السلام میں فرمایا: اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ عید کے ثبوت میں لوگوں کی موافقت کرنا ہی معتبر ہے۔ اور یہ کہ وہ شخص جسے اکیلے ہی رؤیت کے ذریعے عید کا علم ہوا، اس پر واجب ہے کہ وہ دوسروں کی موافقت میں رہے؛ اس پر دوسروں کا پابند رہنا ہی نماز، عید اور قربانی میں لازم ہے۔

وذكر معنى هذا ابن القيم رحمه الله في "تهذيب السنن" (3 / 214)، وقال: "وقيل: فيه الرد على من يقول إن من عرف طلوع القمر بتقدير حساب المنازل جاز له أن يصوم ويفطر، دون من لم يعلم، وقيل: إن الشاهد الواحد إذا رأى الهلال ولم يحكم القاضي بشهادته أنه لا يكون هذا له صوما، كما لم يكن للناس".

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے "تہذیب السنن" میں اس کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرمایا: اہل علم کا قول ہے: اس (حدیث) میں ایسے شخص پر رد ہے جو یہ کہے کہ جو آدمی

چاند کے حساب سے پتہ لگالے کہ چاند چڑھ گیاہے اس کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ اور عید کرلے، اور جسے پتہ نہیں وہ نہ کرے۔ (اہل علم کی جانب سے) بیان کیا گیا کہ اکیلا گواہ اگر چاند دیکھ بھی چکاہے لیکن قاضی نے اس کی شہادت کے مطابق فیصلہ نہیں کیاہے، تو باقی لوگوں کی طرح اس کا اپنا بھی روزہ نہیں ہے۔

وقال أبو الحسن السندي في "حاشيته على ابن ماجه" بعد أن ذكر حديث أبي هريرة عند الترمذي: "والظاهر أن معناه أن هذه الأمور ليس للآحاد فيها دخل، وليس لهم التفرد فيها، بل الأمر فيها إلى الإمام والجماعة، ويجب على الآحاد اتباعهم للإمام والجماعة، وعلى هذا، فإذا رأى أحد الهلال، ورد الإمام شهادته ينبغي أن لا يثبت في حقه شيء من هذه الأمور، ويجب عليه أن يتبع الجماعة في ذلك".

ابو الحسن السندھی رحمۃ اللہ علیہ اپنی "حاشیہ بر ابن ماجہ" میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی ترمذی کی حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ ان امور میں افراد کو کوئی دخل ہی نہیں ہے۔ فرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ اکیلا رہے۔ بلکہ اس معاملہ میں مسئلہ امام اور جماعت پر ہے۔ افراد پر واجب یہی ہے کہ وہ امام اور جماعت کے پیچھے چلیں۔ بنابریں؛ پس اگر وہ (فرد) چاند دیکھے، مگر امام اس کی شہادت رد کر دے، تو لازم ہے کہ خود اس کے حق میں بھی ان امور میں سے کچھ ثابت نہ ہو۔ اس پر واجب یہی ہے کہ وہ اس معاملہ میں جماعت کے پیچھے رہے۔

(اہل علم کی یہ نقول دینے کے بعد البانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں):

میں کہتا ہوں: یہی معنیٰ اس حدیث سے پھوٹ کر آتا ہے۔ اسی کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسروق رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلے پر اس حدیث سے حجت پکڑنے سے ہوتی ہے، جب مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے عرفہ کا روزہ رکھنے سے اس اندیشے کے تحت اجتناب کیا کہ کہیں آج یوم النحر (روزِ قربان) نہ ہو۔ تب عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسروقؒ پر واضح

فرمایا: کہ ان کی اس رائے کا کوئی اعتبار نہیں، اور یہ کہ ان پر یہی واجب ہے کہ وہ جماعت کے پیچھے رہیں۔ چنانچہ فرمایا: **النحرُ یومَ ینحر الناسُ، والفِطرُ یومَ یُفطِر الناسُ** ’’قربانی اس دن جس دن لوگ قربانیاں کریں۔ عیدِ فطر اس دن جس دن لوگ عیدِ فطر کریں‘‘۔

میں (البانی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں: ہماری شریعت باوسعت کے لائق بھی عین یہی بات ہے، جس کی غایتوں میں باقاعدہ یہ بات آتی ہے کہ لوگوں کا اجتماع اور ان کی وحدتِ صف قائم رکھے، اور ان کو ایسی تمام آراء سے دور رکھے جو انہیں متفرق کر دے۔ لہٰذا شریعت روزہ، عید اور نماز باجماعت ایسی اجتماعی عبادت میں فرد کی رائے کو دیکھتی ہی نہیں ہے چاہے وہ رائے آدمی کی اپنی نظر میں ٹھیک ہی کیوں نہ ہو۔ کیا آپ غور نہیں کرتے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے باوجودیکہ ان میں ایسے بھی تھے جن کی رائے یہ تھی کہ عورت کو مس کرنے، یا عضو تناسل کو مس کرنے، یا جسم سے خون نکلنے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے، اور ایسے بھی تھے جن کی رائے میں ان باتوں سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایسے بھی تھے جو سفر میں پوری نماز پڑھتے اور ایسے بھی تھے جو قصر کرتے۔ اس مسئلہ یا اس جیسے دیگر مسئلوں میں ان کا ایک دوسرے سے مختلف رائے رکھنا انہیں اس بات سے مانع نہ ہوتا کہ وہ نماز میں سب ایک ہی امام کے پیچھے اکٹھے ہوں اور اس کی نماز کو نماز جانیں۔ یہ اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ دین میں متفرق ہونا آپس میں کچھ آراء کے اندر اختلاف رکھنے کی نسبت برا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض کا معاملہ تو یہاں تک رہا کہ کسی بڑے اجتماعی موقع پر آدمی امامِ اعظم (امیر) کی رائے کے معارض رائے کو پیش نظر ہی نہ رکھتا، جیسے مِنیٰ کے جمعِ اعظم میں۔ یہاں تک کہ اس اجتماع گاہ میں وہ اپنی رائے پر عمل ہی موقوف کیے رکھتا۔ اس ڈر سے کہ اس کے اپنی رائے پر عمل کرنے سے شر برآمد ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد میں روایت

ہوئی ہے کہ: عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں نماز پڑھائی تو چار رکعات پڑھیں۔ تب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان پر انکار کرتے ہوئے کہنے لگے: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتا رہا ہوں دو رکعت۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے دو رکعت۔ عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے دو رکعت۔ خود عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے ان کی امارت کا ابتدائی عرصہ دو رکعت۔ پھر تم الگ الگ راستوں پر ہو لیے۔ کاش میری تو ان چار رکعتوں سے دو ہی رکعتیں ہی قبول ہونے والی ہوں۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پڑھیں چار رکعتیں ہی! ان سے کہا گیا: آپ نے عثمانؓ پر تنقید کی اور پھر خود چار پڑھیں؟! فرمایا: اختلاف زیادہ برا ہے۔ (اس کی سند صحیح ہے)۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایسی ہی بات حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔

مذکورہ بالا حدیث اور مذکورہ بالا اثر پر آج ان لوگوں کو غور کرنا چاہئے جو اپنی نمازوں میں متفرق ہیں اور بعض مساجد کے ائمہ کے پیچھے نماز پڑھنے کے روادار نہیں، خاص طور پر رمضان میں وتر کی نماز۔ دلیل ان کی یہ ہوتی ہے کہ ان کے (اختیار کردہ) مذہب کے خلاف نماز پڑھی جا رہی ہے! ان میں سے بعض کو چاند اور فلکیات کا حساب رکھنے کا دعویٰ ہوتا ہے، اور اس بنا پر یہ مسلمانوں کی جماعت سے الگ یا تو ان سے پہلے روزہ اور عید کر رہے ہوتے ہیں یا ان کے بعد! ان کو خود اپنی ہی رائے اور اپنے ہی علم پر مان ہوتا ہے اور مسلمانوں کی اجتماعیت سے نکلنے کی ذرا پریشانی نہیں ہوتی۔ ان سب کو چاہئے کہ وہ منقول علم جو ہم نے ان کے گوش گزار کیا اس پر سوچیں، شاید کہ ان کے دل میں بیٹھا ہوا جہل اور غرور کا روگ کچھ شفا پائے، اور یہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ایک صف ہو جائیں۔ کیونکہ یَدُ اللهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ "مجتمع (مسلمانوں) کے ساتھ اللہ کا ہاتھ ہے"۔

سلسلة الأحاديث الصحيحة، مؤلفہ شیخ البانی، جلد 1 صفحہ 443 تا 445۔ ویب پر اس کا لنک خود پڑھیے:
http://shamela.ws/browse.php/book-9442#page-441